صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

دعا

دعا بظاہر ایک دینی اصطلاح ہے، اور اہلِ دنیا اسے نیکوں، غازیوں، صوفیوں اور مولویوں کا وظیفہ گردانتے ہیں یا زیادہ سے زیادہ غریب، محتاج، سائل اور کمزور لوگوں کا نفسیاتی سہارا، یہ بلاشبہ پاکبازوں اور صوفیوں کا وظیفہ ہے۔ اور محتاج اور بے وسیلہ لوگوں کی روحانی ڈھارس، لیکن بات یہاں آ کر ختم نہیں ہوجاتی بلکہ دعا وہ وظیفہ اتصال ہے جو بندے کو احساسِ بندگی دلاتا اور رحمتِ حق کو مہمیز دیتا ہے۔ دعا وہ نقطۂ اتصال ہے جو بندے کی تمنا اور اللہ کی عطا کو ایک جگہ جمع کر دیتا ہے دعا وہ حالت ہے جب بندہ اللہ سے سرگوشی کرتا ہے اور اس کی رحمت بڑی دیر تک کان لگائے رہتی ہے' بندہ جو بات کسی انسان سے نہیں کہہ پاتا وہ بے تکلف اپنے مالک ومولا سے بیان کر دیتا ہے بعض اوقات کوئی ضرورتمند' کوئی محتاج' کوئی کارگہہ حیات میں پچھڑ جانے والا کوئی غریب' کوئی مسکین اور کوئی سفید پوش اپنے جیسے یا اپنے سے بڑھ کر کسی دولت مند' اور کسی خوشحال شخص سے اپنی ضرورت بیان کر بھی دے تو دونوں صورتوں میں اس کی عزتِ نفس مجروح ہوتی ہے خواہ اسے جھڑک یا ٹال دیا جائے یا اسے کچھ عطا کر دیا جائے' ٹالے جانے کی صورت میں تو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتا اور عطا کیے جانے کی شکل میں وہ سر جھکانے پر مجبور ہوجاتا ہے۔ مگر بارگاہِ ایزدی سے نہ تو کبھی ڈانٹ پڑتی ہے۔ نہ کسی کو جھڑک دیا جاتا ہے اور حسبِ تمنا عطا کر دینے پر بھی بندے کو پشیمان نہیں کیا جاتا بلکہ اس کا دراصل مان بڑھایا جاتا ہے کہ بندہ اپنے رب پر مان نہ کرے تو کس پر کرے' اس کو عطائے ذاتِ لم یزل پر ناز نہ ہو تو کس پر ہو، اس کی محبت دربارِ خداوندی سے پوری نہ ہوگی تو اور کہاں ہوگی؟

اور جتنے بھی سہارے ہیں سبک کرتے ہیں
عزتِ نفس بڑھاتا ہے سہارا تیرا

بسا اوقات رشتہ دار ضروریات پوری کر دیتے ہیں' احباب آڑے وقت کام آ جاتے ہیں۔ محلے دار ڈھال بن جاتے ہیں دفتری رفقاء مدد کرتے ہیں، رحم کھانے والے بھی ہاتھ تھام لیتے ہیں۔ سخی لوگ ہاتھ کی میل سمجھ کر کچھ دے دیتے ہیں' خدا ترس بندے بھی ہاتھ بٹا دیتے ہیں آخر اسباب کی دنیا ہے کوئی نہ کوئی حیلہ بروئے کار آ جاتا ہے۔ مگر ان میں سے ہر ایک کبھی نہ کبھی عنوان بدل بدل کر احسان جتاتا اور اپنا آپ دکھاتا ہے۔ رہ گئی ذاتِ باری تعالیٰ، وہ دیتی بھی ہے اور بندے پر خوش بھی ہوتی ہے کہ اس نے مجھے پکارا' اس نے مجھے بلایا' اس نے مجھے یاد کیا' اس نے مجھ سے مانگا اس کی تو کیفیت یہ ہوتی ہے کہ۔

آتا ہے فقیروں پر اسے پیار کچھ ایسا
خود بھیک دے اور خود کہے منگتے کا بھلا ہو

اس مفہوم کی ایک حدیث بھی ہے "اللہ اس بندے سے ناراض ہوتا ہے جو اس سے نہ مانگے" یعنی لوگ مانگنے پر منہ بناتے اور اکتاتے ہیں جب کہ خدا مانگنے پر خوش ہے دستِ سوال دراز کرنے پر مسرور اور دعا کرنے پر راضی ہوتا ہے کہ سائل ومحتاج کے سوال اور اظہارِ مدعا پر وہ فرشتوں کی مجلس میں بندے کی عزتِ نفس کا مذاق نہیں اڑاتا بلکہ انہیں گواہ بنا کر کہتا ہے "فرشتو! میرے بندے نے مجھ سے سوال کیا ہے میں اس سے بہت خوش ہوں جاؤ اسے خوشخبری دے دو کہ جو کچھ اس نے مانگا اسے دے دیا گیا اور جو وہ بھولے سے مانگ نہیں پایا وہ بھی عطا کر دیا گیا۔"

ہر شخص کو یہ احساس ہے کہ دنیا میں کسی سے کچھ مانگنا

کس قدر اذیت ناک اور تکلیف دہ ہوتا ہے آدمی گلے تک زمین میں گڑگڑ جاتا ہے، پیشانی پر پشیمانی کے کتنے بڑے گوہر نکل آتے ہیں، زبان کس قدر ہکلاتی اور لڑکھڑاتی ہے کانوں کی لویں شرم سے تپ جاتی ہیں، آنکھوں کی پتلیاں کس بے بسی سے گردش کرتی دکھائی دیتی ہیں سانس کے ساتھ آواز بھی بے ترتیب ہوجاتی ہے' دل دھک دھک سے سینہ پھٹنے کو آجاتا ہے۔ ماتھے کا عرقِ انفعال ڈوبنے کو کافی ہوتا ہے۔ بولتے ہوئے ہونٹوں کا کھنچنا اور بھینچنا قیامت سے کم نہیں ہوتا' خدا کسی کو کسی کا محتاج نہ کرے۔

شالا مسافر کوئی نہ تھیوے ککھ جنہاں تیں بھارے ہو

لیکن وہی محتاج انسان جب خدمتِ الٰہی میں حاضر ہوتا ہے کھل کر روتا ہے مگر شرمندہ نہیں ہوتا الٹا غبار دھل جاتا ہے، گڑگڑاتا ہے مگر ہچکچاتا نہیں، بندہ دھاڑیں مار مار کر روتا ہے' مگر مہربان رب اس کا داغِ ندامت ہمیشہ کے لئے دھو دیتا ہے۔ اور کہنیاں زمین پر گرا دیتا ہے، مگر خدا اس کا مان رکھتا ہے۔ وہ عاجزی سے گال زمین پر ٹیکتا ہے، غفور و رحیم خدا اسے حقارت سے نہیں بہت پیار سے دیکھتا ہے۔ وہ جس قدر بے بسی سے ہاتھ پھیلاتا ہے، رؤف و کریم بڑی تیزی سے اس کے قریب آجاتا ہے۔ اس کی جانب سے ملتا تو ہے ہی پر مرحلہ دعا اس عطا سے کہیں بڑھ کر کیف آگیں اور روح افزا ہوتا ہے۔

کیسے مزے کے دن تھے کہ راتوں کو صبح تک
میں تھا تری جناب تھی، دستِ سوال تھا

بعض اوقات اللہ تعالیٰ بندے کا ذوقِ طلب بڑھانے اور آتشِ شوق بھڑکانے کے لئے دعا کی قبولیت میں تاخیر کردیتا ہے۔ یہ بندے کے لئے تعزیز نہیں اس کی دعا کو اکسیر بنانے کے لئے ہوتی ہے۔ مالک الملک یہ دیکھتا چاہتا ہے کہ بندہ واقعی مجھے سب کچھ سمجھتا ہے یا ابھی کسی اور سے بھی آس لگائے بیٹھا ہے۔ محض میری رحمت کو ٹٹولنے آیا ہو۔ ایک فرمان رسول اکرم ﷺ کے مطابق تین بار تو اللہ تعالیٰ اپنا رخ رحمت ادھر ادھر کرتا ہے مگر چوتھی بار اس کا کرم چھلک پڑتا ہے اور بندے کی کشت رازِ آرزو کو سیراب کردیتا ہے۔ بعض بندے بڑے عجلت پسند اور تھڑدلے ہوتے ہیں۔ اپنی اس ادا سے وہ رحمتِ حق کو تو نہیں البتہ خود کو آزمائش میں ڈال لیتے ہیں، ورنہ اللہ تعالیٰ تو سیاہ راتوں میں چمکنے اور سیاہ پتھر میں بسیرا کرنے والے حقیر کیڑے کی سنتا رہتا ہے۔ بھلا وہ اشرف المخلوقات انسان کی کیوں نہ سنے؟ انسان خواہ سیہ کار ہو یا نیکوکار، تہجد گزار ہو یا ناہنجار، پرہیزگار ہو یا رسوائے روزگار، خوش اطوار ہو یا بدکردار، دینے والا منہ دیکھ کر نہیں دیتا، اپنے شانِ کرم دیکھتا ہے اسی لئے تو حضرت علیؓ اپنی دعا میں کہتے تھے:

''الٰہی تو میرے ساتھ وہ معاملہ فرما جو تیرے شایانِ شان ہے وہ نہ کر جس کا میں حقدار ہوں۔''

مانگنے کی یہ ادا ہو تو دعا اشارۂ ابرو سے آگے نہیں بڑھ پاتی اس سے پہلے قبول ہوجاتی ہے۔ بندے پر لازم ہے کہ جلدی نہ دکھائے، اپنی دردمندی ظاہر کرے وہ عجلت افروزی سے زیادہ دلسوزی پر زور دے، آشفتہ سر نہ بنے صحیح معنوں میں گداگر بن کر رہے، وہ ساعتیں شمار نہ کرے ابرِ کرم کے برسنے کا انتظار کرے، شیخ شعدیؒ نے ایک حکایت کے پیرائے میں بیان کیا ہے کہ کسی شخص کو شوق چڑھا کہ وہ ولی اور مجذوب بن کر مرجع خلائق کہلائے اور یہ سب کچھ چند دنوں میں ہوجائے۔ ڈنڈا ڈیرا اٹھایا اور پہاڑ کی کھوہ کو چل دیا، دو چار روز عالمِ استغراق میں رہا، کچھ وظیفہ کیا، چند دعائیں پڑھیں اور بیٹھ گیا فتوحات کے انتظار میں۔ بھلا ہفتے بھر میں کیا ہونا تھا؟ اس کا تو خیال تھا کہ بس کوئی دن ہوگا لوگ کھنچے چلے آئیں گے۔ ڈالیاں دوڑتی اور قابیں اچھلتی آئیں گی، دودھ کے مٹکے پہنچ جائیں گے اور آبِ یخ کی صراحیاں لبالب دھری ہوں گی۔ بھلا کبھی فقر بھی اس مکر سے ہاتھ آیا ہے؟ اور کوئی فقیر اس تدبیر سے بنا ہے؟ وہ شخص طالبِ جاہ تھا بھوک پیاس سے نباہ نہ کرسکا، وہ خواستگار آسائش تھا آزمائش میں نہ پڑسکا، فوراً اٹھا پوستین گلے میں حمائل کی، ہاتھ میں کشکول تھا اور قریب کی بستی میں جا نکلا، پہلے ہی در پر صدا دی تھی کہ ایک

خونخوار کتے سے پالا پڑ گیا، یہ بدکتا جارہا تھا اور کتا لپکتا آرہا تھا۔ یہ پیچھے کو سرکتا کتا آگے کو مچلتا، تنگ آکر نام نہاد فقیر نے کتے سے پوچھا کہ میں بے نوا بھکاری ہوں تمہارا کیا بگاڑا ہے؟ نہ تمہیں جھڑکا، نہ ڈھیلا مارا، نہ ڈانگ اٹھائی، تم میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو؟ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں اس موقع پر قدرت نے کتے کو قوت گویائی بخشی اور وہ بولا، اوئے کم ظرف! تم تو گئے تھے آستانِ رب پر بیٹھنے، اس سے ملنے اور اس سے مانگنے، یہ کیا کہ چار دن میں جی بھر گیا اور آ گئے ہو غیراللہ کے در پر، مجھے دیکھو کئی سالوں سے اپنے مالک کی ڈیوڑھی میں بندھا ہوں، کچھ ڈال دیتا ہے تو کھالیتا ہوں، نہیں ڈالتا تو اسے بھونکتا نہیں ہوں، کئی دن فاقے بھی کاٹتا ہوں، مگر مالک کا در چھوڑ کر کسی دوسرے کی چوپڑی روٹی پر طمع کی نگاہ نہیں ڈالی، اپنے مالک کی چھوڑی ہڈی پر گزارا کیا ہے، جا یہاں سے چلا جا ورنہ تجھے پھاڑ کھاؤں گا، تب اس طمع ساز کی آنکھ کھلی اور چلتا بنا، رب کے حضور حاجات کا پیش کرنا یا دعا مانگنا کمیت نہیں ایک کیفیت ہے، مانگنے کے لئے ضروری نہیں کہ کوئی عربی ادب کا لبید و جاحظ ہو، فارسی لٹریچر کا رومی و سعدی ہو، انگریزی ادبیات کا ملٹن اور آسکر وائلڈ ہو اردو کا غالب و ابوالکلام ہو، نہیں کیفیت ایک نابلد محض کی بھی ہو سکتی ہے، گونگا بھی اپنے انداز میں رب کریم کی توجہ اپنی جانب مبذول کرا سکتا ہے' ہکلانے والا شخص بھی اپنا دل کھول کر رکھ سکتا ہے' کج مج بیان بھی سادگی سے اپنا مدعا پیش کر سکتا ہے' رب کی رحمت محض رازی و غزالی کے لئے نہیں اور نہ ہی اس پر جنید و بایزیدؒ کا اجارہ ہے۔ یہ لوگ ہزار مقبول بارگاہِ الٰہی سہی، اگر خدا صرف ان کی سنتا رہا تو ہم جیسے خاطی و عاصی کس در پہ جائیں گے۔ جبکہ مریض سب سے زیادہ حاذق حکیم کی طرف لپکتا ہے، اور طبیب کا سارا سامانِ طب مریض کے لئے ہوتا ہے سخی کا دروازہ خوشحالوں کے لئے نہیں' ہمیشہ بدحالوں کے لئے کھلتا ہے۔ ماں کا دریائے شفقت ہنستے کھیلتے بچے کے لئے نہیں' روتے بلبلاتے بچے کے لئے جوش مارتا ہے۔ جس طرح ماں کو پتہ ہوتا ہے کہ اس کے بچے کی جائے پناہ اس کی گود ہے اس کا واحد مرکزِ شفقت اس کا سینہ ہے، اور اس کا واحد سہارا اس کی بانہیں ہیں چنانچہ ماں بھی اپنے بچے کے لئے وقف ہوتی ہے اور بچہ بھی دائیں بائیں نہیں جھانکتا لپک کر سیدھا ماں کی جھولی میں آ گرتا ہے، یہی کیفیت اگر بندے کی ہو، رب کو یہ یقین ہو کہ میرے بندے کا اس کے علاوہ کوئی سہارا نہیں اور بندے کو بھی پختہ اعتقاد ہو کہ رب کے علاوہ کوئی لائق بھروسا نہیں' تو پھر وہ کچھ رونما ہوتا ہے جسے قرآن معجزہ کہتا ہے۔ ایک بچہ جب اپنے باپ سے فرمائش کرتا ہے کہ وہ سکول جاتے ہوئے تھک جاتا ہے' گرمی اسے ستاتی ہے' دوست اسے طعنے دیتے ہیں یہ جانے بغیر کہ اس کے باپ کے پاس وسائل ہیں یا نہیں، سائیکل کی مانگ کر بیٹھتا ہے، پہلے دن باپ نرمی سے سمجھاتا ہے کہ بیٹا پیسے ہوتے تو ضرور سائیکل لے کر دیتا' دوسرے دن کی طلب پر ذرا جھڑکنے کے انداز میں کہتا ہے' جانِ من! مجھے علم ہے تمہیں تکلیف ہوتی ہے مگر میری مجبوری کا بھی خیال کرو' اس سے اگلے دن اکتاہٹ کے انداز میں باپ ڈانٹتے ہوئے بتاتا ہے کہ کیا تمہاری سائیکل کے لئے کسی کی جیب کاٹوں؟ کسی کی دیوار پھلانگوں؟ کسی سے بھیک مانگوں؟ لیکن جب بچہ بول اٹھتا ہے ابا جان! میری فرمائش بے جا سہی اور آپ کی مشکل بجا سہی مگر کیا کروں مجھے جب بھی کچھ کہنا ہے آپ سے کہنا ہے اور جو مانگنا ہے آپ سے مانگنا ہے کوئی اور باپ کہاں سے لاؤں کہ اس سے فرمائش کروں؟ یہ وہ مقام ہوتا ہے جہاں باپ اپنا دل سینے سے باہر ابلتا ہوا محسوس کرتا ہے' پھر وہ اپنی روزمرہ ضروریات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بیٹے کی دلجوئی کا سامان کرتا ہے' یہی کیفیت دراصل بندے کے لئے مطلوب ہے کہ وہ اللہ کی رحمت کو اپنی عاجزی، مسکینی، بے بسی، بندگی، حاجت طلبی، اشک ریزی اور خودسپردگی کے باعث ایسے موڑ پر لے آئے تو پھر رحمتِ خداوندی کا نظارہ کرے۔

یہ کیا جھٹ مانگا اور جھٹ انتظار میں بیٹھ گیا۔ دعا جب

تک کیفیت نہ بنے' لذت کے سانچے میں نہ بیٹھے اور تمنا کے پیکر میں نہ ڈھلے' پھر وہ دعا نہ ہوئی' محض مدعا بن گیا۔ وہ بھی بے رنگ اور بے کیف! بندہ جب اپنے ہاتھوں کو مجسمہ سوال بنالیتا ہے اور دامن کو کشکول میں بدل دیتا ہے تو پھر ایک آہ سرد اور ایک قطرہ اشک گرم اس کے سب سے بڑے سفارشی اور قبولیت کے ضامن بن جاتے ہیں' دعا لفظوں کے تکرار' کا نہیں بندگی کے اظہار کا نام ہے، جب انسان یہ کہنے پر آجائے تو پھر خدا عرش علیٰ سے اتر کر آسمان دنیا پر آجاتا ہے اور اپنے بندے کی دعا سنتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ کس قدر وجدانگیز' ذوق آفرین اور روح پرور ہیں کہ "اللھم اغفرلمن لا یملک الا الدعا" (اے اللہ! اس شخص کو بخش دے جس کے پاس دعا کے علاوہ کوئی سرمایہ نہیں۔

پیارے قارئین! خود ہی سینے پر ہاتھ رکھ کر بتایئے کہ اللہ کو منانے اور اس کی توجہ پانے کے لئے اس سے بہتر ذریعہ اظہار ہوسکتا ہے جو پیرایہ باب مدینۃ العلم نے اختیار کیا ہے۔

بندہ مال وزر پر اتر آئے' خانوادہ وخاندان کا رعب جمائے' عہدہ ومنصب کی جھلک دکھائے' قبیلہ وبرادری کا حوالہ سنائے اور اپنے نوافل واذکار پر سینہ پھیلائے اور پھر کہے! میری بھی سن' یہ عرض گزاری تو نہ ہوئی دنیا داری ہوئی' اللہ کی منشاء یہ ہے کہ میرے بندے تو میرے لئے سب رشتے توڑ کر آ' ساری دنیا تیرے ساتھ نہ جوڑ دوں تو پھر کہنا' تو کاسہ دل ہر تمنا سے خالی کر کے آ' تیرے دل کو شاہ ووالی نہ بنادوں تو پھر کہنا' تو اپنی گردن نیچی کر کے آ' تیری ٹوپی جہاں بھر میں اونچی نہ کردوں تو پھر کہنا' تو خواہشوں کے آنگن میں جھاڑو پھیر کے آ' میں اس میں بے نیازی کا چاند نہ اتار دوں تو پھر کہنا، تو ایک بار پلکیں بھگو کر آ' تیرے سارے دھونے نہ دھودوں تو پھر کہنا' تو رشتہ وپیوند کو بھول کے آ' میں تجھے کونین میں ارجمند نہ کردوں تو پھر کہنا' اور ایک بار صرف میرا بن کر آ، راحت وعظمت دارین تیرے نام نہ کردوں تو پھر کہنا!

رحمت رب کو پیسہ یا حوالہ درکار نہیں ہوتا بس ایک حیلہ مطلوب ہوتا ہے اس لئے جہاں دعا کا ساتھ لفظ چھوڑ جاتے ہیں، جملے پیچھے رہ جاتے ہیں اور حرف جواب دے جاتے ہیں، وہاں کوئی حیلہ کام آجاتا ہے، خواہ وہ دل کی تیز دھڑکن ہو، جسم کی کپکپی ہو، روح کی بیقراری ہو، آنکھوں کی اشکباری ہو، دامن کا بے ساختہ پھیلاؤ ہو، ہاتھوں کا گداپانہ ارتعاش ہو، لہجے کا اضطراب ہو اور کچھ بھی میسر نہ ہو تو گناہوں کا اعتراف ہی قبولیت دعا کا زینہ بن جاتا ہے بندہ بے صبرانہ ہو، لمحوں میں قطع منازل کا اسے لپکا نہ ہو، ذرا لذت انتظار کا آشنا ہو، پھر دیکھے کہ عرش اور فرش کا فاصلہ کیسے گھٹتا ہے، افلاک اور خاک کا کیسے ملاپ ہوتا ہے، اور آقا و بندہ کیسے ہمکلام ہوتے ہیں؟ یہ ہمارا روز مرہ کا مشاہدہ ہے کہ جو کچھ کرتے کماتے ہیں سب کچھ بچوں کے لئے ہوتا ہے، ان کی سہولت، ان کی خاطرداری اور ان کے مستقبل کے لئے ہم گھر میں مٹھائی اور پھلوں کا ٹوکرا لے آتے ہیں، بچوں کے لئے لاتے ہیں مگر جب مانگتے ہیں تو سب کچھ انہیں نہیں دے دیتے اس لئے نہیں کہ ان کے لئے نہیں لائے بلکہ ان کے لئے جتنا ضروری اور مناسب ہے وہ دیتے ہیں، جیب میں ہزاروں روپے ہوتے ہیں لیکن بچوں کو خرچ کرنے کے لئے پانچ دس روپے ملتے ہیں کیوں؟ کیا یہ سب کچھ بچوں کے لئے نہیں؟ بلاشبہ ان کے لئے ہے لیکن دیا اتنا جائے گا جتنا ان کے لئے موزوں ہے، اسی طرح بلا تشبیہ و مثال، جو کچھ کائنات میں ہے سب کچھ بندوں کے لئے ہے اللہ نے یہ سب کچھ اپنی سہولت کے لئے نہیں جوڑ رکھا، انواع و اقسام کے کھانے، شیریں اور یخ پانی، متنوع ملبوسات، نرم بستر، اونچے بنگلے، میٹھی نیند، ذائقے دار پھل، نظر نواز مناظر، جنت نظیر باغات، گنگناتی آبشاریں، ہفت رنگ قوس و قزح، کاروبار، تجارت، پیسہ، دولت، برادری، منصب، عہدہ، تاج وکلاہ، لشکر و سپاہ، سریر و تخت، حریر و زرلفت، یہ سب چیزیں بندوں کے لئے ہیں، اللہ ان سب سے بے نیاز ہے، بندہ ان میں کچھ بھی مانگے تو ضروری نہیں ہر چیز فی الفور مل جائے، بندوں کے لئے جو ضروری ہے وہی

دیا جائے گا۔ جس نے یہ حکمتِ ربانی پالی گویا اس نے جیتے جی اپنی زندگی جنت بنالی، قرآن مجید میں ہے کہ ''کئی چیزیں تمہیں بے حد مرغوب ہیں مگر دراصل تمہارے لئے موزوں نہیں اور کئی باتیں جنہیں تم اپنے لئے مکروہ جانتے ہو، فی الحقیقت تمہارے حق میں بہتر ہیں۔'' یہ فلسفہ انسان کو وہ شان عطا کردیتا ہے کہ پھر ع

شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہانداروں کی

والی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔ ورنہ خدا دینے پر آئے تو اس نے بندوں کو کیا نہیں دیا؟ اور کیا نہیں دے سکتا؟ فرعون کو چار سو سال عمر بھی دی اور بادشاہت بھی! قارون کو دولت بھی اور رعونت بھی، سکندر کے قدموں میں تین چوتھائی دنیا ڈال دی، قیصر کو روم جیسی سلطنت بخش دی اور کسریٰ کو تاج ایران عطا کردیا، کیا یہ باتیں ان کے حق میں گئیں؟ نہیں، ان کے مقابلے میں انبیاء کرام دکھوں میں گھرے رہے، حضرت نوح علیہ السلام کو عمر بھر قوم کی مزاحمت کا سامنا رہا، حضرت لوط علیہ السلام اپنی بیوی کے ہاتھوں تنگ رہے، حضرت یوسف علیہ السلام کی سربازار بولی لگی، حضرت یعقوب علیہ السلام ہجرِ یوسفؑ میں آنکھوں کا نور کھو بیٹھے، حضرت زکریا علیہ السلام آرے کی زد میں آئے، ساری کائنات میں اللہ کے سب سے پیارے انسان حضرت محمد ﷺ طائف اور صحن کعبہ میں لہولہان ہوئے، تین سال شعب ابی طالب میں محصور رہے' تین سو میل سنگلاخ پہاڑیوں کا سفر کیا جب مکہ سے مدینہ کو ہجرت ہوئی نواسہ رسول حسینؓ کو میدانِ کربلا میں حرف برملا کہنے پر جام شہادت نوش کرنا پڑا کیا یہ لوگ گھاٹے میں رہے؟ ہرگز نہیں! یہ لوگ دراصل رازِ الٰہی پانے والے لوگ ہیں، تبھی تو اپنی مراد پاگئے، دعا درحقیقت رازِ الٰہی پانے کی تمنا ہے، جس پر یہ راز کھل گیا اس پر کشادو فلاح کے سارے دروازے کھل گئے، وہ شخص راز پاگیا جسے معلوم ہوا کہ میں کچھ نہیں سب کچھ میرا پروردگار ہے، پھر سب کچھ اسی کا ہوجاتا ہے، ارض بھی، سما بھی، بندے بھی اور خدا بھی!

دعا یہی سلیقہ سکھاتی ہے۔ آیئے ہم سب اللہ تعالیٰ کے حضور التجا کریں، بار الٰہا، ہم بھی تیرے، یہ کائنات بھی تیری، یہ وسائلِ رزق بھی تیرے، یہ ذرائع علم بھی تیرے، یہ کیفیاتِ قلب و دماغ بھی تیری اور یہ ملک بھی تیرے نام کا صدقہ ہے، تو ہمیں اپنا بنالے، کائنات کو ہمارے لئے موم کردے، وسائلِ رزق کو سب کے لئے عام کردے، ذرائع علم سے ہر ایک کو فیض پہنچا اور اس ملک کی لاج اپنے نام کے صدقے رکھ لے، اسے کسی کا محتاج نہ بنا، اس کو وجود بخشا ہے تو اسے شناخت بھی عطا فرما۔ آمین

تشنہ لب چڑیا کے منہ میں گرمی آجائے گی
تیرے دریائے کرم میں کیا کمی آجائے گی

ایمان افروز دُعائیں

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ میں تجھے چند کلمے نہ سکھادوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے کہنے سے تیرے گناہ معاف فرمادے اور تجھ کو بھی معاف فرمادے (کلمات یہ ہیں)

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

نہیں کوئی معبود مگر اللہ ایک اس کا کوئی شریک نہیں، بردبار بزرگ۔ نہیں کوئی معبود مگر اللہ ایک اس کا کوئی شریک نہیں بلند عظمت والا۔ پاک ہے اللہ پروردگار ساتوں آسمانوں کا اور بڑے عرش کا رب۔ اور سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو پالنے والا ہے جہانوں کا۔

(ابن جریرؒ کنز العمال جلد اول صفحہ ۳۰۵ شمار ۵۰۶۸ ترتیب شریف جلد چہارم صفحہ ۱۱۱۵)

حضرت ابان رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

جس شخص نے ہر روز ایک مرتبہ پڑھا:

سُبْحَانَ الْقَائِمِ الدَّائِمِ سُبْحَانَ الْحَيِّ الْقَيُّوْمِ سُبْحَانَ الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ سُبْحَانَ الْعَلِيِّ الْاَعْلٰى سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى.

پاک ہے اللہ قائم ہمیشگی والا۔ پاک ہے (وہ جو) حی و قیوم ہے۔ پاک ہے وہ ذات جو ہمیشہ زندہ ہے اس کے لیے موت نہیں۔ پاک ہے اللہ عظمت والا اور اسی کی تعریف ہے، وہ سبوح ہے، قدوس ہے پروردگار ہے ملائکہ اور روح کا پاک ہے بلند تر ذات پاکی اور بلندی اسی کے لیے ہے۔

تو وہ شخص موت سے پہلے اپنا ٹھکانہ جنت میں دیکھ لے گا، یا کسی اور کو دکھایا جائے گا۔ (کنز العمال جلد اول صفہ ۲۰۵ شمار ۳۸۹۸/ ترتیب شریف جلد چہارم صفحہ۱۲۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کہے:

الحمدللہ الذی تواضع کل شیء لعظمته والحمدللہ الذی ذل کل شیء لعزته والحمدللہ الذی خضع کل شیء لملکه والحمدللہ الذی استسلم کل شی لقدرته

سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے کہ جس کی عظمت کے آگے ہر چیز عاجز ہے اور سب تعریف اللہ کے لیے ہے کہ جس کی عزت کے سامنے سب چیزیں ذلیل ہیں۔ اور سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس کی حکومت کے سامنے ہر شے جھکی ہوئی ہے۔ اور سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہر چیز کو اپنی قدرت کے مطیع کر رکھا ہے۔

اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے پاس کی چیز (رحمت و بخشش) طلب کرے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہزار نیکی لکھتے ہیں اور اس کے ہزار درجے بلند کرتے ہیں اور ستر ہزار فرشتوں کو اس کے لیے قیامت تک استغفار کرنے کے لیے مقرر فرمادیتے ہیں۔ (ترتیب شریف جلد چہارم صفحہ۱۲۲/طبرانی فی الکبیر/ ابن عساکر/ کنز العمال جلد اول صفحہ۲۰۵ شمار ۳۸۹۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس طرح کہے:

جزی اللہ عنا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ما هو اهله

اے اللہ ہماری طرف سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ جزا دیجئے جس کے وہ اہل ہیں۔

تو اس کا ثواب ستر فرشتوں کو ہزار دن تک مشقت میں ڈال دے گا یعنی وہ ہزار دن تک اس کا ثواب لکھتے لکھتے تھک جائیں گے۔ (طبرانی فی الکبیر والاوسط)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نور کا دریا پیدا فرمایا ہے جس کے اردگرد نورانی ملائکہ نور کے پہاڑ پر اپنی ہاتھوں میں نور کے مٹکے لیے ہوئے (یہ) تسبیح بیان کرتے ہیں:

سبحان ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزة والجبروت سبحان الحی الذی لا یموت سبوح قدوس رب الملئکة والروح

پاک ہے ملک اور ملکوت والی ذات۔ پاک ہے عزت اور جبروت والی ذات۔ پاک ہے وہ ذات جو زندہ ہے جسے موت نہیں وہ سبوح ہے پاک ہے پروردگار ہے ملائکہ اور روح کا۔

پس جس شخص نے روزانہ ایک بار یا مہینے میں ایک بار یا سال میں ایک بار یا ساری عمر میں ایک بار پڑھا تو اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے تمام گناہ بخش دیتا ہے خواہ سمندر کے جھاگ یا وسیع میدان کی ریت کے برابر ہوں، خواہ وہ شخص جہاد سے بھاگ آنے کا مجرم ہو۔

(دیلمی/ کنزل العمال جلد اول صفحہ۲۰۲ شمار۳۸۵۲/ کتاب العمل بالسنة المعروف بہ ترتیب شریف جلد چہارم صفحہ۱۱۹-۱۱۸)